سوال

(146) بیعتین فی بیعہ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

امام ترمذی نے کتاب البیوع میں جوتفسیر امام شافعی کی بیعتین فی بیعہ لکھی ہے اورفرمایا : وَہٰذَا یُفَارِقُ عَنْ بَیْعٍ بِغَیْرِ ثَمَنٍ مَعْلُومٍ ، وَلَایَدْرِي کُلُّ وَاحِدٍ مِنْہُمَا عَلَی مَا وَقَعَتْ عَلَیْہِ صَفْقَتُہُ اس کامطلب واضح الفاظ میں بیان کریں یہ تفارق بغیر ثمن معلوم کیسے ہوا؟ جبکہ آپس میں فریقیں بشرط ذکرثمن ایجاب وقبول کرتے ہیں۔ غورکرکے توجیہ وجیہ بیان کریں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

بیعتین فی بیعۃ کی پانچ صورتیں ہیں جن کوابن رشد نے بدایہ (153/2) میں بالتفصیل بیان کیاہے۔ان میں امام ترمذی نے دوتفسیر ذکرکی ہے اورغالبا یہ دونوں تفسیریں امام شافعی کی بیان کردہ ہیں۔ اگرچہ امام ترمذی نے پہلی تفسیر ان کی طرف منسوب نہیں کی ہے۔

جولوگ ان دونوں صورتوں کوناجائزکہتے ہیں ان کے نزدیک منع اورعدم جوازکی ایک علت جہالت ثمن بھی ہے غیر مالک فانہ علله بسند الذریعۃ الموجبۃ للربا. اوربعض کے نزدیک عدم رضا بھی ہے لیکن یہ علت دوسری تفسیر کے ساتھ مخصوص ہے۔ بہرحال ہذاتفارق بغیر ثمن معلم الخ دونوں صورتوں کے عدم جوازکی علت ہے۔

پہلی صورت میں تفارق بغیر ثمن معلوم یعنی : ثمن کاغیر معین اورمجہول ہوناتوظاہر ہے کیونکہ پہلی تفسیر کاماحصل اوراصل مقصودیہ ہے کہ بائع نے مشتری سے یہ کہاکہ : کپڑانقدادس روپئے میں اورادھاربیس میں منے تمہارے ہاتھ فروخت کردیا اورمشتری نے صرف یہ کہ : میں خریدلیایہ تعین نہیں کی کہ میں نے ادھارخریدایا نقد خریدابلکہ بغیر ادھار یانقد کی تعیین کئۓ ہوئے صرف اشتریت ثوبک ہذاکہہ کرالگ ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ بائع کوکچھ پتہ اورخبر نہیں کہ قیمت کپڑے کے دس روپئے مشتری کے ذمہ واجب الادا ہوئی یابیس وہ کس قدر کا مستحق ومالک ہوکہ اس کامشتری سے مطالبہ کرے۔ اسی طرح مشتری کوبھی معلوم نہیں کہ اس کے ذمہ کون سی رقم واجب الاداہے؟ غرض یہ ثمن معین معلوم نہیں ہوئی بلکہ مجہول اورغیر معلوم رہی۔ ہاں اگر مشتری نے قبول میں کہہ دیاکہ میں نے ادھارخریدایا یہ کہاکہ نقد خریداتویہ تفارق عن بیع ثمن معلوم ومعین ہوااورثمن مجہول وغیر معلوم نہیں رہی اس لیے جائزہوگی۔ اس پہلی صورت میں خطابی فرماتے ہیں : فہذالایجوزلانہ لایدري أیہما الثمن الذي یختارہ منہما فیقع بہ العقد وإذاجہل الثمن بطل العقدقال : وأمااذاباتہ العقدین فی مجلس العقدفہو صحیح لاخلاف فیہ وماسواہ لغولااعتباربہ انتہی (معالم السنن 97/5)

وَلِأَنَّ الثَّمَنَ مَجْہُولٌ فَلَمْ یَصِحَّ کَالْبَیْعِ بِالرَّقْمِ الْمَجْہُولِ وَلِأَنَّ أَحَدَ الْعِوَضَیْنِ غَیْرُ مُعَیَّنٍ وَلَا مَعْلُومٍ فَلَمْ یَصِحَّ کَمَا لَوْقَالَ بِعْتُکَ أَحَدَ عَبِیدِي وَقَدْ رُوِيَ عَنْ طَاوُسٍ وَالْحَکَمِ وَحَمَّادٍ أَنَّہُمْ قَالُوالَابَأْسَ أَنْ یَقُولَ أَبِیعُکَ بِالنَّقْدِ بِکَذَا وَبِالنَّسِیئَةِ بِکَذَا فَیَذْہَبُ عَلَی أَحَدِہِمَا وَہٰذَا مَحْمُولٌ عَلَی أَنَّہُ جَرَی بَیْنَہُمَا بَعْدَمَا یَجْرِي فِي الْعَقْدِ فَکَأَنَّ الْمُشْتَرِيَ قَالَ أَنَا آخُذُہُ بِالنَّسِیئَةِ بِکَذَا فَقَالَ : خُذْہُ أَوْقَدْ رَضِیتُ وَنَحْوُ ذٰلِکَ فَیَکُونُ عَقْدًا کَافِیًا الخ

وقال ابن رشد : وَہٰذَا عِنْدَ مَالِکٍ ہُوَ الْمَانِعُ، فَعِلَّةُ امْتِنَاعِ ہٰذَا الْوَجْہِ الثَّالِثِ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ، وَأَبِي حَنِيفَةَ مِنْ جِہَةِ جَہْلِ الثَّمَنِ، فَہُوَ عِنْدَہُمَا مِنْ بُيُوعِ الْغَرَرِ الَّتِي نُہِيَ عَنْہَا; وَعِلَّةُ امْتِنَاعِہِ(بداية المجتهد2/184)

دوسری صورت میں بھی (باوجود فریقین کے بشرط ثمن ایجاب وقبول کرنے کے) تفارق بغیر ثمن معلوم و متحقق اورثابت ہے اوریہ دو حیثیت سے

اول: یہ کہ بائع نےاپنے مکان کی ثمن صرف الف مثلاً قرادری بلکہ اس کے ساتھ مشتری پر یہ شرط لگاکرکہ تم اپناغلام الف میں مثلاًمیرے ہاتھ فروخت کرواپنے مکان کی ثمن دوچیزوں کامجموعہ قرادیدیا ایک الف۔ اوردوسری مشتری کااپنے غلام کوالف میں بائع کے ہاتھ فروخت کرنا ظاہر ہے کہ غلام فروخت کرنے کی شرط کا ایفاء مشتری کے ذمہ لازم نہیں ہے۔ اس طرح ثمن کاایک حصہ یعنی الف چوں کہ بائع صرف اس مقدار راضی نہیں ہوگا بلکہ اور کاطالب ہوگا جو غیر متعین ہے اس لئے ثمن غیر معلوم اور مجہول ہوئی و نیز اس صورت میں مثمون کا بھی مجہول ہونالازم آتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں: ، وَلِأَنَّہُ يُؤَدِّي إِلَى جَہَالَةِ الثَّمَنِ لِأَنَّ الْوَفَاءَ بِبَيْعِ الْجَارِيَةِ لَا يَجِبُ، وَقَدْ جَعَلَہُ مِنَ الثَّمَنِ، وَلَيْسَ لَہُ قِيمَةٌ فَہُوَ شَرْطٌ لَا يَلْزَمُ، وَإِذَا لَمْ يَلْزَمْ ذَلِكَ بَطَلَ بَعْضُ الثَّمَنِ فَيَصِيرُ مَا بَقِيَ مِنَ الْمَبْلَغِ مُقَابَلَةَ الثَّانِي مَجْہُولًا (رَوَاہُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

وقال الخطابي : فهذا أيضاً فاسد لأنه جعل ثمن العبد عشرين ديناراً وشرط عليه أن يبيعه جاريته بعشرة دنانير، وذلك لا يلزمه وإذا لم يلزمه سقط بعض الثمن وإذا سقط بعضه صار الباقي مجهولا (معالم السنن 5/87)

وقال ابن قدامة : وَلِأَنَّ الْعَقْدَ لَا يَجِبُ بِالشَّرْطِ لِكَوْنِہِ لَا يَثْبُتُ فِي الذِّمَّةِ فَيَسْقُطُ فَيُفْسِدُ الْعَقْدَ لِأَنَّ الْبَائِعَ لَمْ يَرْضَ بِہِ إِلَّا بِذَلِكَ الشَّرْطِ فَإِذَا فَاتَ فَاتَ الرِّضَا بِہِ، انتهى (المغنى 2/333)

اس دوسری تفسیر کے مطابق دوسری حیثیت سے جہاں ثمن یوں محقق ہے کہ: اگربائع اور مشتری الگ الگ معاملہ کرتےاپنےاپنے مبیع یعنی: مکان اورغلام لونڈی یا لونڈی کااورایک ساتھ بطریق مذکورہ مبیع نہ کرتے تویقیناً بائع اپنے مکان کو صرف ایک الف میں اسی طرح مشتری اپنی لونڈی یا غلام کو محض ایک الف میں فروخت نہیں کرتا بلکہ اس کہیں ریادہ قیمت وصول کرتا جو غیر معلوم ہے صورت اجتماع میں اصل قیمت سے کم پر دونوں راضی ہوگئے ہیں محض اس لئے کہ بائع مکان کو عمدہ غلام کم قیمت پر مل رہا ہے اور مشتری کو اچھا مکان کم داموں مل رہاہے۔ اس طرح بائع کو غلام یا لونڈی کا نفس الامر دام (ثمن) اور مشتری کو مکان کی واقعی قیمت معلوم نہیں ہوئی مجہول رہی۔

ابن رشد بدایہ 2/153 میں لکھتے ہیں:

فَنَصَّ الشَّافِعِيُّ عَلَى أَنَّہُ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّ الثَّمَنَ فِي كِلَيْہِمَا يَكُونُ مَجْہُولًا، لِأَنَّہُ لَوْ أَفْرَدَ الْمَبِيعَيْنِ لَمْ يَتَّفِقَا فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْہُمَا عَلَى الثَّمَنِ الَّذِي اتَّفَقَا عَلَيْہِ فِي الْمَبِيعَيْنِ فِي عَقْدٍ وَاحِدٍ وَأَصْلُ الشَّافِعِيِّ فِي رَدِّ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ إِنَّمَا ہُوَ جَہْلُ الثَّمَنِ، أَوِ الْمَثْمُونِ انتهى

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2۔ کتاب البیوع

صفحہ نمبر 320